بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَاَمَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ج (سورۃ البقرہ) 26

پس جن لوگوں نے ایمان لایا وہ جانتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف سے حق ہے

اقبالِ حق

مہدیت و مہدویت کے بارے میں

ایک اہم مراسلت

از

حضرت پیرو مرشد علامته العصر اسعد العلماء مولانا ابو سعید سید محمود صاحب قبله مدظله

سابق معتمدِ مجلسِ علمائے مهدویه هند۔ و۔ داعئی اجماعِ مرشد ینِ مهدویه

پیش کرده

جمادی الاُخریٰ 1389ھ ہجری سید افتخار اعجاز (بی۔اے) صدر بزمِ ادب کاچی گوڑہ اگسٹ 1969ء عیسوی

کتابت:- فقیر الحقیر سراپا تقصیر سید سعید الحق شاہین تشریف اللہی ابنِ حضرت علامہؒ

پیشِ لفظ

حامدًا و مصلیًا :-

یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ حضرت امامنا مہدیٔ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؑ کے صحابہؓ و تابعینؒ و سلفِ صالحینؒ نے ایسے حالات میں تبلیغ کا کام انجام دیا جب کہ مطلق العنان شخصی حکومتیں قائم تھیں۔ غیر مسلم حکومتوں کے جبر و استبداد اور بد عنوانیوں کا ذکر ہی کیا ہے۔ خود مسلم سلطنتوں میں بھی حکومتِ الٰہیہ کا فقدان تھا۔ اکثر مفاد پرست اور دنیادار علماء، صوفیاء اور قاضیوں پر حکومت میں دخل و رسوخ حاصل ہونے کی وجہ سے نیز خدا سے غفلت شعاری کے سبب، دنیاداری، نفس پرستی اور حق پوشی کا غلبہ تھا۔ اظہارِ حق کرنے والوں کے درپئے آزار رہتے تھے جس کو چاہتے قید کرواتے اور جس کو چاہتے قتل کروادیتے۔

ایسے ہولناک ادوار میں مذہبِ مہدویہ کی تبلیغ کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ یہ محض جوشِ الٰہی کا کرشمہ تھا کہ اطراف میں ہر طرح کی بدامنی اور خود اس طرف ہر طرح کی بے سروسامانی کے باوجود حق کی روشنی پھیلتی ہی جارہی تھی۔ اہلِ حق مصائب برداشت کئے جاتے تھے۔ لیکن "تعلیم، تعمیل و تبلیغِ مذہب" میں ذرا سی بھی کوتاہی گوارا نہیں کی جاتی تھی۔

آج ہم ایسے دور میں داخل ہوئے ہیں کہ جس میں ہر فرد کو بلالحاظِ مذہب و ملت پوری پوری مذہبی آزادی حاصل ہے۔ تبلیغِ مذہب میں وہ دشواریاں اور وہ جان نثاریاں برداشت کرنے کی نوبت آنے کے امکانات بہت محدود ہوگئے ہیں۔ افسوس کہ ایسے زمانہ میں ہم عمل کے اعتبار سے بھی قاصر ہیں اور تبلیغ کے اعتبا سے بھی۔ اس کا بنیادی سبب یہی ہے کہ ہم میں عشقِ الٰہی کا وہ جوش اور ولولہ باقی نہیں رہا ہے جو ہمارے اسلاف کو حاصل تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ خود مہدوی اپنے مذہب سے ناواقف ہوتے جارہے ہیں۔ ایسی صورت میں دوسرے لوگوں کی ناواقفیت کوئی تعجب کی بات نہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ جو لوگ متلاشیانِ حق و صداقت ہیں اور صالحیت و صلح پسندی کے حامل ہیں وہ بھی ناواقفیت کی وجہ سے مہدیت و مہدویت کے بارے میں اکثر غلط فہمیوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ اس لئے مذہب اور اس کی تاریخ کو صحیح صورت میں پیش کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ مصلحت اندیشی اور ضعف پیدا کرنے والی حکمتِ عملی سے احتراز ضروری ہے۔ ورنہ نفاق و حق پوشی سے نہ صرف دوسروں کو بلکہ خود مہدویوں کو بھی یقیناً ناقابلِ تلافی نقصان پہونچے گا اور ایسی کوششیں دنیا و آخرت میں مواخذہ کا موجب بنیں گی۔

اس وقت ہم جس مراسلت کو پیش کررہے ہیں، وہ اربابِ قوم کے ل ئے فکر و توجہ کہ متقاضی ہے۔ یہ اظہارِ حق و قبولیتِ حق کی ایک قابلِ تقلید مثال ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ جناب مولوی سید اقبال احمد صاحب جونپوری نے ایک ضخیم کتاب "شرقی راجیہ جون پور کا اتہاس" ہندی زبان میں شائع کی ہے۔ یہ کتاب جون پور کی علمی، تہذیبی، تمدنی، معاشرتی اور سیاسی تاریخ اور صوفیاء، علماء کے مذہبی احوال پر مشتمل ہے۔ اس کی ضخامت(950)صفحات ہے۔ جس میں عمارات و مزارات کی (179) تصاویر شامل ہیں۔ عربی، فارسی، اردو، ہندی اور انگریزی کی جملہ (400) کتابیں اس کا ماخذ بتائی گئی ہیں۔ حکومتِ اترپردیش کی جانب سے مصنف صاحب کے اس کارنامے پر رقم کی شکل میں انعام دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین سابق صدرِ جمہوریہ ہند نے بھی اس کتاب پر اظہارِ خوشنودی کیا ہے۔ اور مصنف صاحب سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا ہے۔ اس کتاب میں صدرِ موصوف نے اس کتاب کو عدم فرصت کی وجہ سے جستہ جستہ دیکھا ہے لیکن مجموعی حیثیت سے قابلِ تعریف قرار دیا ہے۔ بہر حال یہ کتاب اس اعتبار سے قابلِ دید ہے کہ اس میں شیر ازِ ہند جونپور اور اس کے ماضی سے متعلق اتنا مواد جمع کیا گیا ہے کہ اس سے پہلے کسی اور کتاب میں دیکھا نہیں گیا۔

قابل مصنف کی یہ پہلی تصنیف نہیں ہے انہوں نے اور بھی ضخیم کتابیں لکھی ہیں مثلاً

1۔ "خلافتِ علیؓ و شہادتِ حسینؓ" بجواب "خلافتِ معاویہؓ و یزید" ضخامت(352)صفحات۔

2۔ "قوموں کا عروج و زوال مذہب کی روشنی میں" ضخامت(852)صفحات

3۔ "پھول اور چراغ" یہ شفیق جونپوری کے کلام کا انتخاب ہے۔ ضخامت(650)صفحات

4۔ "تاریخِ شیر ازِ ہند جونپور" ضخامت(950)صفحات اسی اردو کتاب کا ہندی ترجمہ "شرقی راجیہ جون پور کا اتہاس" ہے۔

5۔ "قدیم اور عہدِ وسطیٰ کے ہندوستان کی ایک جھلک" ضخامت(1500)صفحات غیر مطبوعہ۔

اس سے مولف صاحب کا گہرا علمی شغف اور تصنیف و تالیف کا ذوق اور سلیقہ ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ تاریخ جون پور کے ضمن میں مہدیت و مہدویت کے بارے میں مولف صاحبِ موصوف کو کئی غلط فہمیاں ہوگئی ہیں جو محض کماحقہ، واقفیت نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ حضرت شیخ دانیالؒ کے تذکرے میں بھی سنِ وفات کے علاوہ اور بھی بعض باتیں اصلاح طلب درج ہوگئی ہیں۔

حضرت پیر و مرشد علامتہ العصر اسعد العلماء مولانا ابو سعید سید محمود صاحب قبلہ معتمدِ مجلس علمائے مہدویہ ہند و داعئ اجماعِ مرشدینِ مہدویہ نے ایک طویل تحقیقی مکتوب کے ذریعہ مصنف صاحبِ موصوف کو اس طرف متوجہ کیا اور اپنے مخصوص فقیرانہ و عالمانہ انداز میں مخاطب کر کے حقایق سے آگاہ کیا۔

فاضل مصنف نے اس مکتوب کی واجبیت کا بہت زیادہ اثر لیا اور جواباً نہایت ہی خلوص سے کام لے کر اپنی سہوِ نظری کا نہ صرف اعتراف کیا بلکہ اپنی صفائی کے ساتھ ساتھ اس کی تلافی کا بھی پیش کش کیا ہے۔

اور اپنے اس حسنِ عمل سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ **"غلطیوں کے اعتراف سے انکار کرنا سب سے بڑی غلطی ہے۔**

ایک طرف حضرت پیر و مرشد مد ظلہٗ کے مکتوب سے بلاخوف **"لومتہ لائم"** اظہارِ حق کی اسپرٹ ظاہر ہوتی ہے تو دوسری طرف مصنف صاحب موصوف نے اپنے کھلے اعتراف سے اپنی اعلیٰ ظرفی، حق پسندی اور علمی دیانت کی سبق آموز مثال قائم کر دی ہے۔ اور صاف طور پر عقیدت مندانہ جذبات کے ساتھ مسرت ظاہر کی ہے کہ "آپ کا ایک طویل، تحقیقی نوازش نامہ دستیاب ہوا۔ پڑھ کر از حد مسرت ہوئی کہ آنجناب نے سیدنا امامنا سید محمد جون پوری مہدئ موعود کے تاریخی حالات سے ہمیں آگاہ کیا۔" نیز لکھا ہے کہ "میں آپ کو بادی، مہدی تسلیم کرتا ہوں اور اس بات سے قطعی متفق ہوں کہ سیدنا امامنا ہندوستان کے اولیائے کبار میں تھے اور تمام صفاتِ ولایت و مہدیت سے متصف تھے"

یقین ہے کہ ناظرینِ کرام اس معلومات آفرین مراسلت سے ضرور محظوظ و متاثر ہوں گے۔ ففقط

(نوٹ) زیرِ نظر رسالہ ہندی کتاب کی، سائز میں طبع کیا جارہا ہے تا کہ ناظرینِ کرام کو اس کتاب کے ساتھ جلد بندی میں سہولت ہو۔

سید افتخار اعجاز بی۔ اے

صدر بزمِ ادب۔ کاچیگوڑہ

حیدرآباد اے۔ پی۔ (انڈیا)

عرضِ ناشر

از :- سید اسد اللہ عطاؔ تشریف اللہی

مہتمم نشر و اشاعت بزمِ ادب

معزز ناظرین!

زیرِ نظر مراسلت جہاں صداقت شعاری، پاک باطنی اور جراءتِ ایمانی کا ایک نمونہ ہے وہیں صلح پسندی، علمی دیانت اور قبولِ حق کی ایک درخشندہ مثال ہے۔ مصنفِ حق پسند مولوی سید اقبال احمد صاحب جون پوری اور حضرت علامتہ العصر مدظلہٗ کا پر خلوص اور سلجھا ہوا اندازِ فکر، معیارِ اخلاق کی اعلیٰ قدروں کا مظہر ہونے کے اعتبار سے ایک قومی یادگار بنا رہے گا۔

مولائی و آقائی والدِ ماجد حضرت پیر و مرشد مدظلہٗ العالی کی یہ پہلی مراسلت نہیں ہے بلکہ عبد الرزاق ملیح آبادی، ابوالاعلیٰ مودودی، مسعود عالم ندوی اور عبد الماجد دریابادی جیسے ہند و پاک کے مشہور مذہبی مفکر و اہلِ قلم سے اس نوع کی کئی مراسلتیں کی جاتی رہی ہیں۔ زیر نظر مراسلت بھی ان ہی مراسلتوں کی ایک اہم کڑی ہے۔ اس کے علاوہ حضرت مدظلہٗ کی علمی اور مذہبی خدمات ہیں اُن کے ذکر کے لئے ایک مستقل کتاب درکار ہے۔

متعلقہ ہندی کتاب میں حضرت امامنا علیہ السلام کا جو تذکرہ ہے اس کا اردو ترجمہ بھی شریکِ رسالہ کیا جارہا ہے تاکہ ہمارے اردوداں قارئین کی نظر سے گزر جائے۔ یہ ترجمہ جناب محمد عبد القادر صاحب اہلِ ہوکیری ضلع بلگام نے روانہ کیا۔۔ موصوف نے اس کتاب کے بارے میں جوشِ ایمانی کے ساتھ جس سرگرمی سے جو کچھ کام کیا قابلِ قدر ہے۔

مولوی سید افتخار صاحب اعجازؔ "صدر بزمِ ادب" نے اس مراسلت کو پیش کر کے قوم کی ایک اہم خدمت انجام دی ہے۔ محترمی افتخار اعجازؔ جنہوں نے عہدِ طفلی ہی سے اپنے سرمایۂ حیات کو علم و ادب کے لئے وقف کر رکھا ہے، زبان و قلم دونوں میدانوں کے

کامیاب شہ سوار ہیں۔ صفِ اول کے ماہرِ فن خطیب و مقرر ہیں اور قوم کے لئے باعثِ افتخار ہیں۔ یہ اعجاز موصوف ہی کا حق ہے کہ تقریباً سات سال سے محلۂ کاچیگوڑہ میں اور چار سال سے محلۂ مشیر آباد میں ہفتہ واری مجلس میں نقلیاتِ مبارکہ و فرامینِ حضرت مہدیؑ موعودؑ کے موضوع پر توضیح و تشریح کا سلسلہ پابندی سے جاری رکھا ہے اور ان دنوں اپنے ہم عصر بزرگانِ قوم کے سوانحِ حیات پر مشتمل ایک جامع کتاب کی تدوین میں منہمک ہیں۔

جب کبھی رہنما، ودانشور اور مدبرانِ قوم، بلا ذہنی تحفظ، کامل فراخ دلی کے ساتھ مسائل و نقاطِ نظر کو سلجھے ہوئے انداز میں پیش کرتے ہیں اور قبولیتِ حق کی استعداد بھی موجود ہوتی ہے تو اُس وقت صلح پسندی اور خوش گواری کی فضاء خود بہ خود پیدا ہو جاتی ہے "اقبالِ حق" ایسا ہی ایک اہم کارنامہ ہے۔ یقین ہے کہ متلاشیانِ حق و صداقت کو "اقبالِ حق" کا مطالعہ صراط الحق کی تلاش میں ضرور مدد دے گا جو بلاشبہ صراط الایمان ہے۔

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی!

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی!

عتیلِ فیضِ امامؑ

عطا تشریف اللہی

مذکورہ ہندی کتاب کے زیرِ بحث تذکرہ کا اردو ترجمہ

مخدوم سید محمد جونپوریؑ

آپؑ کی ولادت 1443ء عیسوی میں جونپور میں ہوئی۔ شیخ دانیال خضریؒ جون پوری کے مرید تھے۔ اُن سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔ اُن کا مرتبہ بہت بلند تھا اور اعلیٰ دماغ تھے۔ اس لئے اس وقت کے علماء نے انہیں اسد العلماء کی سند دی تھی۔ تعلیم و تربیت میں وسعت گاہِ کامل رکھتے تھے۔ اُن کے وعظ سننے کے لئے بادشاہ اور صوفی سب اکابر جمع ہوتے تھے۔ آخر میں مکہ گئے یہاں بہت دنوں تک تعلیم و تربیت میں مشغول رہے۔

مہدوی کتابوں میں لکھا ہے کہ 1495ء عیسوی میں جب کہ آپ کی عمر 53 سال کی ہوئی تو آپ نے مکہ میں دعویٰ مہدیت کیا۔ اس کے بعد انہوں نے گجرات کی طرف دھیان دیا۔ اور اس طرح احمد آباد مہدویوں کا مرکزی مقام ہو گیا۔ وہاں علماء نے آپؑ کی سخت مخالفت کی لیکن وہ لوگ جتنی مخالفت کرتے تھے اتنی ہی اُن کی تبلیغ و اشاعتِ دین میں اضافہ ہوتا گیا۔ جیسا کہ مولانا ابو الکلام آزادؔ نے لکھا ہے۔

"عشق کی صداقت اور قلب کی پاکی نے اُن کی دعوت میں ایسی تاثیر بخشی تھی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہزاروں آدمی حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ اور متعدد سلاطینِ وقت نے اُن سے بعیت کی اور مرید ہو گئے۔ اُن کی زندگی کے طور طریق کچھ ایسے عاشقانہ و والہانہ تھے کہ جن سے حضرت محمد صلعم کے صحابۂ کرام کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ عشقِ الٰہی کی ایک جاں سپاہ جماعت تھی جو اپنی جان قربان کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتی تھی۔ ان کا ایمان اتنا مضبوط تھا کہ دنیا کی فانی الفتوں کو ایمان و محبت کے رشتوں پر قربان کر دیا تھا اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر راہِ حق میں ایک دوسرے کے رفیق و غم گسار بن گئے تھے۔ امیر و فقیر اعلیٰ و ادنیٰ سب ایک ہی حال، ایک ہی رنگ میں رہتے تھے۔ انہیں دیکھ کر ذرہ برابر بھی فرق محسوس نہیں ہوتا تھا بجز خلق اللہ کی ہدایت و خدمت اور احکامِ شرع کے اجراء و قیام کے اور کسی کام سے واسطہ نہ رکھتے تھے اور نہ تو کسی سے تعلق رکھتے تھے۔" (تذکرہ)

حقیقت میں سید محمد جونپوریؑ کی دعوت و تبلیغ ماحول کے بالکل برعکس اور بغاوت کی ایک بگل تھے۔ دنیا کی فانی الفتوں کے اثرات ہر طرف چھائے ہوئے تھے۔ احکامِ شرع کی ہر دن خلاف ورزی ہو رہی تھی۔ اس وقت کے ملا خلافِ دین امور کی دعوت دے رہے

تھے جس کی وجہ سے سیدھے سادھے لوگ گمرہ ہو گئے تھے۔ صوفیوں نے اپنی گمراہیوں کے لئے اچھا بہانہ ڈھونڈ لیا تھا۔ امراء اور سلاطین سب ہی دنیا طلبی میں مشغول تھے۔ اس "پُر آشوب ماحول" نے سید محمدؑ کے دل کو بہت متاثر کیا اور کلمۂ حق کے لئے انہوں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ مولانا آزادؔ اُن کی دعوت و تبلیغ کے متعلق لکھتے ہیں

میرا خیال ہے کہ اس کی بنیاد سچائی پر قائم تھی۔

دیگر الفاظ میں اعلائے کلمتہ الحق اور فرسودہ خیالات سے لوگوں کو بچار کھنا، اس کا خاص مدعاء تھا۔ خود سید محمدؒ اور اُن کے خلفاءؒ و معتقدینؒ بڑے عابد و زاہد اور مقدس زندگی بسر کرتے تھے" (تذکرہ)

سلیم شاہ سوری کے دورِ حکومت میں شیخ علائی، شیخ محب اللہ نیازی وغیرہ نے مذہبِ مہدویہ کی اشاعت کے لئے انتھک کوشش کی۔ اکبر کے دورِ حکومت میں گجرات مہدویوں کا مرکز تھا۔ وہاں پر میاں مصطفٰیؒ اس کام میں لگے ہوئے تھے۔ علماء اُن کی شدید مخالفت کرتے تھے۔ 1573ء میں جب اکبر گجرات پہونچا تو میاں مصطفٰیؒ کے قتل کا اُن لوگوں نے فتویٰ صادر کیا۔ اکبر نے میاں مصطفٰیؒ کو پٹنہ بلوایا اور اُن سے بحث و مباحثہ کیا۔ اُن کی باتوں سے دل متاثر ہوا اور اکبر نے خانِ اعظم کو حکم دیا کہ ان کو فتح پور بھیجدیا جائے۔ وہاں اکبر نے علماء کو جمع کیا اور مذہبِ مہدویہ کے متعلق مختلف سوالات دریافت کئے۔ ملا عبد القادر بدایونی نے لکھا ہے۔

"دربارِ خاص کے صحن میں علماء کو جمع کیا اور شیخ مصطفٰیؒ سے مذہبِ مہدویہ کے بارے میں سوالات پوچھے مناسب جوابات پاکر علماء خاموش ہوگئے۔"

میاں مصطفٰی کا گجرات جاتے وقت 1575ء میں انتقال ہوگیا اُن کے بعد شمالی ہندوستان میں فرقۂ مہدویہ کا زور کم ہوگیا۔

سید محمدؒ کی اس تحریک کا مقصد حضرت محمد صلعم کی سنت کا احیاء کرنے اور رسوم و رواج و بدعات کا سدباب کرنا تھا۔ لیکن یہ اپنے اصلی

روپ میں زیادہ عرصہ تک نہ چل سکا۔ عام طور پر فرقۂ مہدویہ کا اعتقاد ایک بنیادی عقیدۂ ختمِ نبوت سے ٹکر گیا اور عظیم عالم شیخ علی متقی شیخ ابنِ مکی اور شیخ عبد الحق نے اس کی مخالفت کے لئے کمر کس لی۔ " شیخ عبد الحق نے لکھا ہے:-"سید محمدؒ کا اعتقاد تھا کہ جو بھی کمال حضرت محمد صلعم میں موجود تھا وہ سب اصالت سے اللہ کا دین تھا۔ اب صرف فرق اتنا رہا کہ حضرت محمد صلعم کو اصالتاً ملا تھا اور سید محمدؒ کو حضرت محمد صلعم کے اتباع سے ملا تھا۔" (تاریخِ بدایونی)

شیخ علی متقی جو ان کے شدید مخالف تھے اُنھوں نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ:-

"سید محمدؒ جون پوری زہد و تقویٰ کی زندگی بسر کرتے تھے اور اِس خصوصیت میں اُن کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہ تھا۔"

اصل میں سید محمدؒ جون پوری نے اپنے کو مہدی ہونے کا دعویٰ کبھی نہیں کیا۔ مہدی سے اُن کی مراد اپنے کو خدا کا مہدی (یعنے راہِ مستقیم کی ہدایت دینے والا) سمجھنا تھا۔ لیکن اُن کے ارادت مندوں نے انہیں مہدی کے لقب سے نوازا۔ اِس کی توثیق اس طرح بھی ہوتی ہے جیسا کہ مولانا بدایونی نے لکھا ہے:-

"میاں عبد اللہ نیازی سرہندی کا انتقال (90) سال کی عمر میں ہوا وہ بہت بڑے مہاتما تھے۔ اُن سے ایک مغل نے سید محمدؒ جون پوری کے بارے میں بتایا کہ جب اُن کا وصال ہوا۔ اس وقت میں "فراہ" میں تھا۔ انہوں نے مہدی ہونے سے انکار کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ میں مہدی نہیں ہوں۔"

حضرت شاہ ولی اللہ محدثِ دہلویؒ نے بھی لکھا ہے کہ:-

"اگر مہدی ہونے کا دعویٰ مان بھی لیا جائے تو یہ سب کچھ جذبۂ سکر میں کیا گیا ہے۔"

آپ کا وصال 1406ء عیسوی میں یا دوسرے لوگوں کے قول کے مطابق 1504ء عیسوی میں فراہ میں ہوا اور وہیں پر تدفین عمل میں آئی۔ مزار کی زیارت کی غرض سے سب ہی لوگ جاتے رہتے ہیں (ختم شد)

"(شرقی راجہ جون پور کا اتہاس" ہندی ایڈیشن صفحہ 723 تا 725)

حضرت اسعد العلماء مدظلہ‘ کا مکتوب

قطبی گوڑہ حیدرآباد۔

13 جمادی الاولیٰ 1489ء ہجری

مطابق 29/جولائی 1969ء عیسوی

جناب مولوی سید اقبال احمد صاحب جون پوری

السلام علیکم

آپ کی ہندی کتاب "شرقی راجیہ جون پور کا اتہاس" جون پور کے عام تاریخی حالات کے بارے میں بہت معلومات افزاء ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب بڑی محنت و تدقیق اور بڑے اہتمام سے تیار کی گئی ہے۔

جون پور، امامنا حضرت سید محمدؑ مہدیٔ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مولدِ مبارک ہونے کی وجہ سے خصوصاً مہدویوں کے دلوں میں اس کی بہت زیادہ وقعت و محبت ہے۔ اس لئے مہدویوں کو آپ کی اس تاریخی کتاب کے دیکھنے اور اس کو اپنے پاس رکھنے کا شوق ہونا لازم ہے اسی جذبہ کے تحت جناب محمد عبدالقادر صاحب مہدوی اہلِ "ہوکیری" ضلع بلگام، نے قومِ مہدویہ کے مخصوص صاحبین کو

خطوط کے ذریعہ واقف کیا۔ اور "چن پٹن" علاقہ میسور سے نکلنے والے ماہنامۂ "مہدوی" میں اس کتاب کا اعلان، تعریف و توصیف کے ساتھ شائع کروایا ہے۔

لیکن اس کتاب کے مطالعہ کے وقت، کوئی مہدوی، اپنے امام ہمام علیہ السلام کا تذکرہ دیکھتا ہے تو یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب، پھولوں کا بہترین گلدستہ تو ہے لیکن مہدویوں کے لئے اس میں زہر آلود کانٹے بھی آراستہ ہیں۔ بہر حال نہایت رنج و افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مہدیت و مہدویت کے بارے میں اُصولِ تحقیقات کا قطعاً لحاظ نہیں رکھا گیا۔ سرسری تذکرے کے طور پر کچھ صحیح کچھ غیر صحیح روایات اور کچھ ذاتی قیاسات پر اکتفا کیا گیا ہے۔

ہم کو اس سے بحث نہیں کہ آپ کا اعتقاد کیا ہے اور کیا ہونا چاہیئے۔ اور نہ ہم احکامِ اسلام کے خلاف، جبر و اکراہ سے کام لینا چاہتے ہیں۔ ہم کو تو صرف اُصولِ تحقیق سے بحث ہے اس لئے کہ ہر مورخ کا خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم یہ فرض ہوتا ہے کہ بے تحقیق کوئی بات بیان نہ کرے۔ اور رنگ و نسل اور وطن و مذہب پر مبنی تعصب سے احتراز کرے۔

ایک مورخ کی حیثیت سے آپ پر جو ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں یقیناً خود آپ کو بھی اس کا احساس ضرور ہے اور اس سے صرفِ نظر کرنا، ہرگز جائز نہیں قرار دیں گے۔۔ اصولاً حضرت مہدیٔ موعودؑ کے تاریخی تذکرہ کے تحت، وہی روایت معتبر سمجھی جائیگی جو کہ مہدویوں کی لکھی ہوئی قدیم مستند، مسلمہ اور متداول کتابوں میں مندرج ہوں۔ اس کے برخلاف غیر مہدویوں کی لکھی ہوئی کتابوں کی روایات کو ترجیح نہیں دی جاسکتی۔

جس طرح کہ تاریخِ اسلام لکھنے والے کسی مورخ کے لئے وہی روایات معتبر ہو سکتی ہیں جو کہ مسلمانوں کی مستند و متداول کتابوں میں موجود ہوں اور جن پر کوئی جرح نہ ہوئی ہو۔ ان روایات کے مقابلہ میں غیر مسلموں کی کتابوں میں لکھی ہوئی روایات کو ترجیح دینا، صحیح طریقۂ کار نہیں قرار پاسکتا۔

مہدویوں میں اپنے امام علیہ السلام پر ایمان لانے والے صرف غیر اقوام کے لوگ ہی نہیں ہیں بلکہ آپؑ کی اولاد اور آل سے ہونے کا شرف رکھنے والے بھی ہیں۔ اس لئے مہدویہ کتابوں میں نہ صرف قومی شہادت ہے بلکہ خاندانی شہادت بھی پائی جاتی ہے۔ اس لئے

ازروئے اصولِ روایات یہ ماننالازم ہو گا کہ داخلی شہادت ہی اہم اور لائقِ استدلال ہوتی ہے۔ اگر خارج سے بھی موافق شہادت مل جائے تو اس کو تائیدِ دلیل سے زیادہ حیثیت نہیں دی جاسکتی۔

غرض بنائے استدلال کی حیثیت سے داخلی شہادت ہی قابلِ ترجیح ہو سکتی ہے۔ لہٰذا خارج کی مخالف شہادت کا جو مقام ہو سکتا ہے محتاجِ بیان نہیں۔!

اس عام اصول کو پیشِ نظر رکھ کر آپ کی کتاب کے اس حصہ پر جس میں حضرت سید محمد جون پوری علیہ السلام کا تذکرہ کیا گیا ہے، غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ کتنی باتیں اس تذکرہ میں غیر صحیح درج ہو گئی ہیں۔ مثلاً لکھا گیا ہے:-

"شیخ دانیال خضری جون پوری کے مرید تھے۔ ان سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔"

یہ بات کسی داخلی شہادت یعنے کسی مہدویہ کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ اس لئے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ لائقِ استرداد ہے۔

نیز لکھا گیا ہے:-

"سید محمدؑ کی اس تحریک کا مقصد حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کی سنت کا احیاء اور رسوم ورواج اور بدعات کا سدباب تھا۔ لیکن یہ اپنے اصلی روپ میں زیادہ عرصہ تک نہ چل سکا۔ عام طور پر فرقۂ مہدویہ کا اعتقاد ایک نبیادی عقیدۂ ختم نبوت سے ٹکرا گیا اور عظیم عالم شیخ علی متقی شیخ ابن ملی اور شیخ عبدالحق نے اس کی مخالفت کے لئے کمر کس لی۔"

غور کا مقام ہے کہ فی زمانہ اگر مہدویوں میں عمل کے اعتبار سے ضعف اور انحطاط پایا جاتا ہے تو اس کا اثر مذہب اور مقتدائے مذہب پر کیسے پڑ سکتا ہے؟ خاتم الانبیاء صلعم کے وصال کے بعد، خلفائے رسشدینؓ کے زمانہ میں ہی جو کچھ ہوا، تاریخِ اسلام اس کی شاہد ہے۔ حتیٰ کہ امامِ حسین رضی اللہ عنہٗ کی دردناک شہادت واقع ہو گئی۔ لیکن مسلمانوں کی اس بے راہ روی کی وجہ سے مذہبِ اسلام اور مقتدائے اسلام پر کوئی اثر نہ پڑ سکا۔

مہدویوں کا عقیدہ، ختمِ نبوت کے بنیادی عقیدہ سے ٹکرانے کا الزام بھی بے بنیاد اور بالکل ہی غلط ہے۔ اس ل ئے کہ سلف سے

مہدویوں کا اعتقاد، ختمِ نبوت پر ہے۔ اسی لئے مہدوی، حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کو خاتم الانبیاء مانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مہدویہ کی کسی قدیم، متداول کتاب سے کوئی مواد آپ اس ادعا کے ثبوت میں پیش نہیں کر سکے۔

ملاحظہ ہو، وہی بے اصولیاں، یہاں بھی کی گئی ہیں کہ ایک غیر اور مخالف کے قول کو اپنے ثبوت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ دنیا کے کسی قانون کی رو سے صرف کلام خصم کی بنیاد پر الزام عاید نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اس الزام کے ثبوت میں جو دلیل پیش کی گئی ہے، مکرر ملاحظہ ہو:-

"شیخ عبد الحق نے لکھا ہے "سید محمد جون پوری کا اعتقاد تھا کہ جو بھی کمال حضرت محمد صلعم میں موجود تھا، وہ سب اصالتاً ملا تھا اور سید محمدؐ کو حضرت محمد صلعم کے اتباع سے ملا ہے۔" (تاریخِ بدایونی)

ولو بالفرض اس غلط بیان کو صحیح بھی تسلیم کیا جائے تو اس سے ختمِ نبوت کے عقیدہ سے ٹکراؤ کا ثبوت کیسے ہو سکتا ہے؟ مکرر غور کیا جائے۔ اس لئے کہ اصالتاً اور تبعاً کا بین فرق جو کہ خود بدایونی کا پیدا کردہ ہے۔ آپ کے عاید کردہ الزام کو رفع کرنے کے لئے دلیلِ قاطع کی حیثیت رکھتا ہے۔"

امامنا علیہ السلام کی مخالفت میں کمر کس لینے والوں میں شیخ عبد الحق محدثِ دہلوی کو بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو موصوف کی کتابوں کا تفصیل سے مطالعہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔ وہ مہدوی تو نہیں ہوئے تھے لیکن شیخ علی مذکور وغیرہ کی طرح ناحق مخالفت پر کمر کس نہیں لی تھی۔

اس سے قطع نظر جب کہ خود آپ نے یہ تسلیم کیا ہے کہ مذہبِ مہدویہ کا مقصد احیائے سنت تھا تو پھر ختمِ نبوت سے ٹکراؤ کا الزام خود بانیٔ مذہب حضرت سید محمد علیہ السلام پر اور آپؑ کے متبعینؓ پر عاید کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ کیا یہ اجتماعِ ضدین، محتاجِ غورِ مکرر نہیں ہے؟!! اور کیا اس سے یہ بھی ثابت نہیں ہو جاتا کہ جن علماء نے مہدیت و مہدویت کے بارے میں بے بنیاد الزامات عاید کر کے مخالفت کے لئے کمر کس لی تھی، انہوں نے نہ صرف عدوان کا ارتکاب کیا بلکہ اس وقت کی مسلم حکومتوں کو گمراہ کرنے، ناواقف مسلم عوام کے دلوں میں ناحق عناد پیدا کرنے اور اس طرح "صد عن سبیل اللہ" بننے کا وزن اپنے سر لے لیا ہے۔!

نیز آپ نے لکھا ہے:-

"اصل میں سید محمد جون پوری نے مہدی ہونے کا دعویٰ کبھی نہیں کیا مہدی سے اُن کی مراد خدا کا مہدی (یعنے راہِ مستقیم کا ہدایت کرنے والا) تھی لیکن اُن کے ارادت مندوں نے انہیں مہدی کے لقب سے نوازا۔"

غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس بیان میں ترتیبِ مقدمات اور استخراجِ نتائج کے اصول کا لحاظ نہیں کیا گیا۔ "اصل میں" کے الفاظ سے جو بات بیان کی جاتی ہے وہ کتنی تحقیقی ہونی چاہیئے محتاجِ بیان نہیں ہے۔ بنظرِ انصاف غور کیا جائے کہ کیا یہ مہدویوں کے حق میں

آپ کی طرف سے عدوان کی صورت نہیں ہے؟ اور کیا

(1) "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ" (یعنی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں) فرمانِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا دامن ہاتھ سے چھوٹ نہیں گیا ہے۔؟!! اس لئے کہ ایک قوم کی ناحق دل آزاری ہو رہی ہے۔

مزید تاسف کے قابل بات یہ ہے کہ اپنے اس الزام کے ثبوت میں جو دلیلیں پیش کی گئی ہیں۔ نہایت ہی بارِد اور نا قابلِ استدلال ہیں۔ چنانچہ بدایونی کے حوالہ سے لکھا گیا ہے:-

"اس کی توثیق اس طرح بھی ہوتی ہے جیسا کہ مولانا بدایونی نے لکھا ہے میاں عبد اللہ نیازی سرہندی کا انتقال 90 سال کی عمر میں ہوا وہ بہت بڑے مہاتما تھے۔ اُن سے ایک مغل نے سید محمد جون پوری کے بارے میں بتایا کہ جب اُن کا وصال ہوا، اس وقت وہ "فراہ" میں تھا۔ انہوں نے مہدی ہونے سے انکار کیا تھا کہ میں مہدی نہیں ہوں۔"

دوسری دلیل یہ بیان کی گئی ہے:-

"حضرت شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی نے بھی لکھا ہے کہ "اگر مہدی ہونے کا دعویٰ مان بھی لیا جائے معلوم ہو گا کہ یہ دونوں دلائل بالکل مہمل اور نا قابلِ التفات ہیں۔ پہلی دلیل میں اصولِ روایات کے لحاظ سے کئی خامیاں تنقیح طلب ہیں۔

1۔ عبد اللہ نیازی سرہندی کا تذکرہ معمر اور بہت بڑے مہاتما ہونے کی حیثیت سے کرنے کا مقصد ظاہر نہیں ہو رہا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے اس مغل کے بیان پر کیا رائے ظاہر کی اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا گیا ہے۔

2۔ یہ مغل کون شخص تھا، اس کا نہ تو نام مذکور ہے اور نہ اس کی صفات بیان ہوئی ہیں۔ ایک مجہول شخص کی مجہول روایت کو روایاتِ متواترہ و مشہورہ کے مقابل کیسے ترجیح دی جاسکتی ہے۔ ؟!!

3۔ خود "بدایونی" اس بات کے قایل تھے کہ حضرت سید محمدؑ نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے "منتخب التواریخ" میں لکھا ہے:-

"میر سید محمد جون پوری قدس اللہ سرہٗ العزیز از اعاظم اولیائے کبار، دعویءِ مہدیت از وسر برزدہ بود۔"

ترجمہ:- میر سید محمد جون پوری قدس اللہ سرہٗ العزیز اعاظم اولیائے کبار سے تھے۔ آپؑ سے دعویٰ ِمہدیت ظاہر ہوا تھا۔

ملاحظہ ہو عبد القادر بدایونی، نہ صرف حضرت سید محمد کے دعوئے مہدیت کرنے کے قایل ہیں بلکہ اعاظم اولیائے کبار سے ہونے کے معتقد بھی ہیں۔ اسی لئے انہوں نے آپؑ کے اسمِ گرامی کے ساتھ "قدس اللہ سرہٗ العزیز" کے جیسے معتقدانہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ آپ خود غور کریں کہ اب اس نامعلوم مغل کا اور اس کی مجہول روایت کا کیا مقام ہو سکتا ہے ؟!!!

4۔ شاہ ولی اللہ صاحب کا بیان، ان کے ذاتی قیاس پر مبنی ہے کسی فرد کے ذاتی قیاس کو روایاتِ متواترہ و مشہورہ پر ترجیح کیسے دی جاسکتی ہے ؟!!

اس کے بر خلاف شاہ عبد العزیز محدثِ دہلوی نے "تحفۂ اثناء عشرہ" میں لکھا ہے:-

"میر سید محمد جون پوری در ہندوستان بہانگِ دہل ادعائے مہدیت نمود"

ملاحظہ ہو، "ببانگِ دہل" کے الفاظ سے علانیہ دعویٰ کیا جانا ثابت ہو رہا ہے یا نہیں؟

لہٰذا آپ کا پیش کردہ شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ قیاس کہ جذبۂ سکر میں دعویٰ کیا گیا تھا، سراسر غلط ٹھہرا یا نہیں؟!!

واقعہ یہ ہے کہ جس طرح آپ نے اپنی کتاب کے دوسرے موضوعات پر جس تحقیق و تدقیق سے کام کیا اسی طرح حضرت سید محمد جونپوری، کے تذکرہ میں تحقیق و تدقیق سے کام لیتے تو "خارج" ہی سے آپ کو بہت سارا مواد ایسا مل سکتا تھا جس سے حضرت سید محمد علیہ السلام کے مراتب و فضائل اور آپؑ کے دعویٰ مہدیت کے خصوصیت کا بہت کچھ علم ہو سکتا تھا۔

مقامِ تاسف ہے کہ آپ نے صرف مکۂ معظمہ کے دعویٰ کے ذکر پر ہی اکتفا کیا ہے نہ تو "بڑلی" علاقۂ گجرات کے دعویٰ موکدہ کا ذکر کیا ہے اور نہ خراسان میں دعوتِ مہدیت کے احوال سے کچھ لکھا ہے۔ محض ایک مجہول روایت کی بناء پر آپ کے ذہن میں یہی ایک بات جمی رہی کہ حضرت سید محمد جون پوری نے دعویٰ مہدیت کیا ہی نہیں ہے۔ اور وصال کے وقت دعوۓ سے انحراف کرنے کے بہتانِ عظیم کو صحیح سمجھ لیا۔

یہاں بطورِ مثال صرف خارج سے چند شواہد پیش کۓ جاتے ہیں۔

جن سے آپؑ کے دعوۓ مہدیت کی شہرت معلوم ہو سکتی ہے "آئینِ اکبری" "تاریخِ فرشتہ" "مراءۃ سکندری" "مراءۃ احمدی" "طبقاتِ اکبری" "نجات الرشید" "مآثرِ رحیمی" "تحفتہ الکرام" "تذکرۃ الواصلین" اور "ظفر الوالہ" وغیرہ کئی کتابوں میں حضرت سید محمد مہدی علیہ السلام کے دعوۓ مہدیت کا تذکرہ موجود ہے۔ اور "نزہتہ الخواطر" میں مذکور ہے۔:-

"ثم الیٰ قریۃ برلی علی ثلاثۃ امیال من فتن وادعیٰ فیھا مرۃ رابعۃ انہ مھدی"

ترجمہ:- پھر "پٹن" سے تین میل دور قریۂ "بڑلی" (علاقہ گجرات) کی طرف روانہ ہوۓ اس مقام پر چوتھے مرتبہ دعویٰ کیا کہ آپؑ ہی مہدی ہیں۔

حالانکہ "نزہتہ الخواطر" میں "ہدیۂ مہدویہ" جیسی شدید معاندانہ کتاب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ غور کا مقام ہے کہ کلامِ خصم سے استفادہ کو جائز رکھنے والا خصم بھی ظہورِ دعوۓ مہدیت کا قایل ہے۔ اس نے چار مرتبہ دعویٰ کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن صحیح یہ

ہے کہ آپؑ نے خصوصیت کے ساتھ تین مرتبہ دعویٰ فرمایاہے۔ مقام "بڑلی" میں تیسری مرتبہ تاکیداًدعویٰ فرمایا۔ جس میں آپؑ کے انکار پر آپؑ نے خدا کے حکم سے کفر کا حکم سنایاہے۔ اس ل ئے اس کو "دعویٰ موکدہ" کہا جاتا ہے۔

مقامِ فراہ علاقہ خراسان میں بھی آپؑ کے دعویٰ مہدیت کی تصدیق ہونے لگی۔ کئی علماء نے تصدیق و صحبت کا شرف حاصل کیا۔ "ہرات" سے بھی علماء، تحقیق کے لئے روانہ ک ئے گ ئے۔ ان علماء نے "ہرات" کے شیخ الاسلام کو جو کیفیت روانہ کی اس کا جو تذکرہ ملاعبدالقادر بدایونی نے "نجات الرشید" میں تفصیل سے کیا ہے۔ اس کا ایک حصہ درج کیا جاتا ہے۔

بہ شیخ الاسلام گفتہ فرستاد کہ ایں مرد آیتے ست از آیاتِ خدا وعلمے کہ ما سالہا سال خواندہ ایم ایں جا ہیچ قدرے و قیمت ندارد و شیخ الاسلام را ترغیب ملازمتِ او کرد۔

ترجمہ:- علمائے شیخ الاسلام کو یہ پیام کہلا بھیجا کہ یہ ہستی اللہ کی آیات سے ایک آیت ہے۔ جو علم کہ ہم نے سالہا سال سیکھا تھا، یہاں کچھ بھی قدر و قیمت نہیں رکھتا ہے اور شیخ الاسلام کو حضرت سید محمدؑ کی صحبت اختیار کرنے کی ترغیب دی۔

آخری فقرہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ علمائے ہرات نے بھی علمائے فراہ کی طرح تصدیق و صحبت اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے۔

ملاحظہ ہو اگر حضرت سید محمد علیہ السلام نے مہدیء موعود ہونے کا دعویٰ نہ کیا ہوتا تو "ہرات" کو شیخ الاسلام کے پاس اطلاع کیوں جاتی؟ اور بادشاہِ خراسان اور شیخ الاسلام کو ضرورت کیوں پیش آتی کہ علماء کو تحقیق کے لئے روانہ کریں۔ اور غور کیا جائے کہ ان علماء نے تحقیق کے بعد کیا پیام، شیخ الاسلام کے پاس کہلا بھیجا ہے اور کس طرح دعوئے مہدیت کا برحق ہونا تسلیم کیا ہے اور کیسے گرویدہ ہو گ ئے تھے کہ آپؑ کی صحبت سے جدا ہو کر، "ہرات" کو خود جاکر شیخ الاسلام کو کیفیت دینا بھی گوارا نہ کیا بلکہ خود بادشاہِ خراسان تصدیق کر کے صحبت سے مشرف ہونے کے لئے روانہ ہوا تھا۔ حاصلِ کلام یہ کہ ہم نے جو کچھ شواہد پیش کئے ہیں صرف خارج سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن سے پہاڑ کی چوٹی پر نمودار ہونے والے نورِ آفتاب کی طرح عیاں ہو رہا ہے کہ حضرت سید محمدؑ نے دعوئے مہدیت کیا تھا اور آخر تک اس کی تبلیغ فرماتے رہے جس کی تائید نہ صرف داخلی شہادت سے ہوتی ہے بلکہ خارج سے بھی اس کا کافی ثبوت ملتا ہے۔ ایسی صورت میں اس تاریخی حقیقت کی نفی کسی مورخ سے کیسے ممکن ہو سکتی ہے؟!!

لٰہذا یہ کہنا کہ ارادت مندوں نے اپنی طرف سے آپؑ کے لئے "مہدی" کا لقب استعمال کیا ہے کس حد تک بجا ہو سکتا ہے؟ مکرر غور کا محتاج ہے۔

امید ہے کہ آپ کا انصاف پسند ضمیر خود اس افسوس ناک سہوِ نظری پر ضرور متاسف ہو گا اور یقین ہے کہ آپ نہایت فراخدلی اور کھلے دماغ سے اس کی صفائی اور تلافی کی مناسب صورت اختیار کریں گے۔ ایک مشہور مقولہ ہے:-

"غلطی کے اعتراف سے مفاہمت کی راہ ہموار ہوتی ہے۔"

اور یہ آخرت کے مواخذہ سے نجات کا موجب بھی ہو سکتا ہے۔ اگر آدابِ تخاطب کے لحاظ سے کوئی ایسی بات زبانِ قلم سے نکل گئی ہو، جس سے آپ کو رنج پہونچ سکتا ہو تو ﷲ معاف کریں فقط

(نوٹ) مخفی مباد کہ ہندی زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے مترجم سے مدد لی گئی ہے۔

پتہ:-3-3-640 قطبی گوڑہ

حیدر آباد۔ اے-پی 27 (انڈیا)

فقیر ابو سعید سید محمود غفرلہٗ

جواب مکتوب

جون پور۔یو۔پی

11 /اگست1969ء عیسوی

قبلہ محترم!

سلامِ مسنون۔امید کہ مزاجِ گرامی بخیر ہو گا۔

آپ کا ایک طویل تحقیقی نوازش نامہ دستیاب ہوا۔پڑھ کر از حد مسرت ہوئی کہ آنجناب نے سیدنا امامنا سید محمد جون پوری مہدئ موعود کے تاریخی حالات سے ہمیں آگاہ کیا۔میں نے اس خط کو بڑی حفاظت سے رکھ لیا ہے۔اس سے دوسرے ایڈیشن میں صحت کے وقت اچھی خاصی مدد ملے گی اور میں ہر طرح کی کوشش کروں گا۔

میں نے کسی بدنیتی یا پہلے سے کچھ طئے کر کے ہر گز ایک لفظ بھی نہیں لکھا ہے۔میں آپ کو ہادی، مہدی تسلیم کرتا ہوں اور اس بات سے قطعی متفق ہوں کہ سیدنا امامنا ہندوستان کے اولیائے کبار میں تھے۔اور تمام صفاتِ ولایت و مہدیت سے متصف تھے۔میں نے اس کتاب میں صرف واقعات خواہ وہ موافق ہوں یا مخالف جمع کر دیئے ہیں۔لیکن آیندہ آپ کے حکم کی تعمیل کی پوری کوشش کروں گا آپ کی شفقت و محبت سے بے حد متشکر ہوں۔اُمید کہ آپ ہمیں برابر ہماری کوتاہیوں سے آگاہ فرماتے رہیں گے۔

آپ کا خادم

سید اقبال احمد

جواب الجواب

قطبی گوڑہ حیدر آباد

15/اگسٹ 1969ء عیسوی

جناب مولوی سید اقبال احمد صاحب زاد اللہ اخلاصکم

علیکم السلام ورحمتہ اللہ

آپ کا جوابی مکتوب مورخہ 11/اگسٹ 1969ء عیسوی وصول ہوا۔ آپ نے جس خلوص سے جواب ادا کیا ہے، اسے دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ صرف موافق و مخالف حوالوں کو جمع کرنے پر اکتفا کرتے تو اس صورت میں آپ کو اس طرف متوجہ کرنا، اتنا ضروری نہ ہوتا۔ لیکن نتیجہ کے طور پر جو کچھ آگیا ہے، اس کی جانب آپ کی توجہ مبذول کروانا ضروری ہوا۔ آپ نے جس صلح پسندی سے صفائی کی ہے، یہ کردار بھی کچھ کم متاثر کرنے والا نہیں ہے۔

آپ بخوبی واقف ہیں کہ آج کل ہندوستان کے چوٹی کے سیاستدانوں میں عام طور پر غلطی کے اعتراف کو "گاندھیائی طریقہ" یا "گاندھیائی فلسفہ" کہا جاتا ہے۔ حالانکہ دینِ اسلام میں آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے غلطی کے اعتراف کو عین دینداری اور جراءتِ ایمانی کا عین لازمہ قرار دیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں خلفائے راشدین و صحابہٴ کرام رضی اللہ عنہم کے اسوۂ حسنہ سے ایسے کئی واقعات پیش کئے جاسکتے ہیں جن کی مثال آج کی مہذب دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔

الحمدللہ! آپ نے نہ صرف صفائی کر دی بلکہ تلافی کا تیقن بھی دیا ہے۔ ہم اس صفائی اور تیقن کو امامنا حضرت مہدیٔ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعبین کی طمانیت کے لئے کافی سمجھتے ہیں اور آپ کے اسلامی اخلاق سے توقع رکھتے ہیں کہ اس تیقن کی بہترین طریقہ سے تکمیل کر دی جائے گی۔ تاکہ اس کتاب کے اجزائے زیرِ گفتگو کے بارے میں قلوب کی تسکین ہو جائے۔

اس فقیر کے مکتوب کے جواب میں جس خلوص اور فراخدلی سے آپ نے کام لیا ہے اس سے مسرت ہوئی اور دل سے دعاء نکلی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو قبولیتِ حق اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

فقیر محمود غفرلہٗ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆